مرزا جی کا بڑھاپا اور ظالم عشق کا سیاپا

مولانا عنایت اللہ چشتی رحمہ اللہ
سابق خطیب جامع مسجد ختم نبوت قادیان

مولانا عنایت اللہ چشتی رحمہ اللہ مجاہدین احرار کی باقیات میں سے تھے۔ آپ قادیان میں مجلس احرار اسلام کے پہلے مبلغ تھے اور مرکزِ احرار جامع مسجد ختم نبوت قادیان میں بحیثیت خطیب و منتظم خدمات سرانجام دیتے رہے۔ آپ نے اپنی یادداشتوں پر مشتمل کتاب ''مشاہداتِ قادیان'' بھی تحریر فرمائی۔ زیرِ نظر مضمون ۱۹۳۴ء سے بھی پہلے کا تحریر کردہ ہے، لیکن اپنی افادیت، نوعیت اور جدت وتنوع کے اعتبار سے آج بھی تروتازہ ہے۔ ہمارے رفیقِ فکر جناب ڈاکٹر محمد عمر فاروق نے ''نقیبِ ختم نبوت'' کے قارئین کے لیے ارسال کیا ہے۔

مضمون میں آنجہانی مرزا اعلام قادیانی کے ''سوزِ دروں'' کو موضوع بنایا گیا ہے اور مولانا نے کہیں کہیں بریکٹ میں تیز وطرار اور شوخ فقرے بھی اس فرنگی نبی کی ''ذاتِ بے برکات'' پر چُست کیے ہیں، لیکن ایسے فقروں کا نوکِ قلم پر آجانا کوئی فکرو اندیشہ کی بات نہیں؟ اگر کاروانِ حیات کے ایسے ہنگامہ خیز دور میں مرزا ایسا ''مریضِ مراق وفراق'' ان دیوانوں کے ہتھے چڑھ جائے تو پھر بنتی نہیں بادہ وساغر کہے بغیر۔ (ادارہ)

مرزا جی کے سوانحِ حیات پر غور کرنے سے پتا چلتا ہے کہ جناب ابتداءً مفلس ونادار تھے مگر دماغ عیاش وشاہانہ رکھتے تھے۔ ساتھ ہی عشقِ مجازی کے دل جلے، حسنِ بُتاں کے دلدادہ اور بھلے مانس آدمی تھے۔ عیاشی کے اسباب مہیا نہ ہونے کی وجہ سے ہمیشہ منغض و مغموم رہا کرتے تھے۔ قسما قسمی کی عیاریاں وحیلہ سازیاں کیں، لیکن نامراد رہے۔ پندرہ روپے کی ملازمت کی۔ حد سے زیادہ کند طبع وغباوت کی وجہ سے امتحانِ مختاری میں بری طرح ناکام رہے۔ آخر تنگ آکر مجددیت، مسیحیت ومہدویت کا ڈھونگ رچایا۔ جو کمپنی کے بعض سمجھ دار ممبروں کی وجہ سے ایک حد تک کامیاب رہا۔ اب مرزا جی تھے اور عیش ورنگ رلیاں۔ لیکن جونہی عمر نے پلٹا کھایا، سن شریف پچاس سے گزرا، مسیحیت ومجددیت نے ڈاڑھی کو بڑھایا تو اس کم بخت قوم صنفِ نازک نے کنارہ کرلیا بس وہی مرزا اور وہی غم والم:

شبِ وعدہ کسی کی انتظاری کیا قیامت ہے
کھٹکتی خار بن کر ہے مہک پھولوں کے بستر کی

الہاموں سے ڈرایا، بہشت کے وعدے لیے، روپے سے ملاقات چاہی لیکن کیا کہوں؟ ڈاڑھی اور بڑھاپے سے اس ذات کو کچھ ایسی نفرت ہے کہ نہ ملی اور نہ ہی ملی۔

پہلا الہام:

اللہ نے میری طرف وحی کی ہے کہ تیری (احمد بیگ) بڑی لڑکی کا رشتہ اپنے لیے طلب کروں۔ اگر تو راضی ہے تو تجھے وہ زمین جو تو چاہتا ہے اور اس کے ساتھ دوسری زمین بھی تجھے دوں اور تیرے لیے برکت ہو۔ ورنہ تو بھی دو برس میں مرجائے گا اور تیری لڑکی کا خاوند بھی تین برس میں مرجائے گا۔ (ملخصاً ''آئینہ کمالاتِ اسلام'' ص۵۷۲،۵۷۳) مگر مرزا احمد بیگ نے انکار کیا اور قادیانی کی آرزو کو بُری طرح ٹھکرادیا۔ اس کے بعد مرزا جی متعدد اشتہار ڈراوے اور دلاسے کے شائع کیے مگر مرزا احمد بیگ کچھ ایسا مستقل ایمان رکھتے تھے کہ کسی کی پروانہ کی اور جہاں چاہا لڑکی کو بیاہ دیا۔

اب میں ان خطوط کے چند اقتباسات ناظرین کے سامنے رکھتا ہوں جس میں مرزا جی نے احمد بیگ کو گونا گوں لالچوں میں پھانسنا چاہا مگر وہ نہ پھنسا۔ قسم قسم کے ڈراووں سے ڈرایا مگر خدا نے اس کے دل کو مضبوط رکھا مگر وہ خداداد بصیرت سے مکروفریب کو تاڑ گیا۔

اقتباس خط مرزا بنام احمد بیگ والد محمدی بیگم، مورخہ ۱۷/ جولائی ۱۸۹۰ء:

مشفقی مکرمی اخویم مرزا احمد بیگ سلمہ اللہ تعالیٰ

میں نہایت عاجزی اور ادب سے آپ کی خدمت میں ملتمس (۱) ہوں کہ اس رشتہ سے آپ انحراف نہ فرماویں۔ میں نے لاہور میں جا کر معلوم کیا کہ ہزاروں مسلمان مساجد میں نماز کے بعد اس پیش گوئی کے ظہور کے لیے بصدق ودل دعا کرتے ہیں (صاف جھوٹ، اس وقت لاہور میں ہزاروں مرزائی کہاں تھے اور غیر مرزائی تمہارے خیال میں مسلمان کیسے اور ان کی دعائیں کیسی، مؤلف) خداتعالیٰ اب آپ کے دل میں وہ بات ڈالے جس کا اس نے آسمان پر سے مجھے الہام کیا ہے۔

خاکسار عباد اللہ غلام محمد

خط بنام علی شیر بیگ پھوپھڑ محمدی بیگم، مورخہ مئی ۱۸۹۱ء

مشفقی مرزا علی شیر بیگ سلمہٗ تعالیٰ

السلام علیکم! میں آپ کو نیک خیال آدمی اور اسلام پر قائم سمجھتا ہوں (اس سے مرزائیوں کی باطل تاویل اڑ گئی کہ محمدی بیگم کے رشتہ دار بے دین ومذہب تھے۔ اس لیے مرزا صاحب نے ان کو مسلمان بنانے کے لیے سلسلہ جنبانی کی۔ مؤلف) مگر آپ کو معلوم ہے کہ مرزا احمد بیگ کی لڑکی کے بارے میں ان کے ساتھ کس قدر میری عداوت ہو رہی ہے۔ اب سنا ہے کہ عید کی دوسری یا تیسری تاریخ کو اس لڑکی کا نکاح ہونے والا ہے اور اللہ رسول کے دین کی کچھ پروانہیں رکھتے (خوب جو مرزا کی رنگ رلیوں میں بھنگ ڈالے وہ خدا رسول کی کوئی پروانہیں رکھتا۔ حاشا وکلاّ وہ صحیح معنوں میں مسلمان تھے۔ ایک بوڑھے پھوپھڑ مفتری علی اللہ کے حوالے معصوم لڑکی کا کرنا جس کی وجہ دنیاوی لالچ ہو، گناہِ کبیرہ ہے۔ مؤلف) اگر آپ کے گھر کے لوگ سخت مقابلہ کرکے اپنے بھائی کو سمجھاتے، تو کیوں نہ سمجھ سکتا۔ کیا میں چوہڑا یا چمار تھا۔ یوں تو مجھے کسی کی لڑکی سے کیا غرض۔ کہیں جائے۔ مگر یہ تو آزمایا گیا کہ جن کو میں خویش سمجھتا تھا (معلوم ہوا کہ اس سے پہلے کوئی دینی یا دنیوی رنجش

(۱) نبی، مجدد لوگوں کو عاجزی سے درخواستیں نہیں کرتے۔

اور مخالفت نہ تھی۔مؤلف) اور ان کی لڑکی کے لیے چاہتا تھا کہ اس کی اولاد ہو اور وہ میری وارث ہو۔ وہی میرے خون کے پیاسے ہیں۔ (خوب جو غریب بوڑھے آدمی کو بلحاظ شفقتِ پدری نوجوان لڑکی نہ دے، وہ خون کا پیاسا ہوتا ہے۔ یہ کہاں کی منطق اور کلام میں صریح تناقص۔اوپر لکھتے ہیں لڑکی کی وجہ سے عداوت ہو رہی ہے اور یہاں لڑکی کی ضرورت نہیں۔ واہ جی واہ) اور چاہتے ہیں خوار ہو، رُوسیاہ ہو، خدا بے نیاز ہے جس کو چاہے رُوسیاہ کرے۔ مگر اب تو وہ مجھے آگ میں ڈالنا چاہتے ہیں (جب تجھے بذریعہ الہام معلوم ہوا تھا کہ ضرور حسرت پوری ہوگی تو پریشانی کیسی۔مؤلف) میں نے خط لکھے کہ پرانا رشتہ مت توڑو (معلوم ہوا کہ پہلے رشتہ تعلق پیار محبت موجود تھی۔ مرزائیوں کی تاویل تارِ عنکبوت ہو کر اڑ گئی اور ان کا یہ کہنا سراسر دھوکہ ثابت ہوا کہ مرزا صاحب کو شادی کی ضرورت نہیں تھی بلکہ ان لوگوں کو مسلمان بنانا چاہتے تھے۔مؤلف) بلکہ میں نے سنا ہے کہ آپ کی بیوی نے جوش میں آکر کہا کہ ہمارا کیا رشتہ ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ یہ شخص کیا بلا ہے۔ کہیں مرتا بھی نہیں۔ مرتا مرتا رہ گیا۔ ابھی مرا بھی ہوتا۔ بے شک میں ناچیز ہوں۔ ذلیل ہوں خوار ہوں (ہائے حسن کی کٹھن ایک گردن اکڑ مغل کو کیسا کمزور کر دیا۔ دوسری جگہ تو ڈھینگ اُچھالتے ہیں کہ زمین و آسمان میرے حکم میں ہے۔ موت و حیات کا اختیار مجھے مل چکا ہے اور یہاں عشقش چناں گرفت کہ غلام غلام شد کا پورا مصداق بن گئے۔مؤلف) آپ اپنے گھر کے آدمی کو تاکید کریں تا کہ بھائی سے لڑائی کر کے ان کے ارادے کو روک دے۔ (کیا کہنے مسیح و مجدد و نبی کے کہ لڑائی کی تعلیم دی جارہی ہے۔مؤلف) ورنہ مجھے خدائے تعالیٰ کی قسم ہے کہ اب ہمیشہ کے لیے رشتے ناطے توڑ دوں گا (یہ شہوت کا بخار ہے یا مجددیت کا اثر۔مؤلف)

خاکسار غلام احمد از لودھیانہ۔ اقبال گنج۔ ۴ رمئی ۱۸۹۱ء

مرزا فضل احمد کے بڑے لڑکے کی ساس کو دھمکی آمیز خط:

والدہ عزت بی بی (فضل احمد کی بیوی) کو معلوم ہو کہ مجھے خبر پہنچی ہے کہ چند روز تک محمدی بیگم مرزا احمد بیگ کی لڑکی کا نکاح ہونے والا ہے اور میں خدائے تعالیٰ کی قسم کھا چکا ہوں کہ اس نکاح سے سارے رشتے ناطے توڑ دوں گا اور کوئی تعلق نہیں رہے گا۔ (کرشن جی مہاراج کا جوش؟ مؤلف) آج میں نے مولوی نور دین اور فضل احمد (فرزند مرزا) کو خط لکھ دیا ہے کہ فضل احمد عزت بی بی کے لیے طلاق نامہ لکھ کر بھیج دیوے اور اگر فضل احمد طلاق لکھنے میں عذر کرے تو اس کو عاق کیا جاوے گا اور اپنے بعد اس کو اپنا وارث نہ سمجھا جاوے گا اور ایک پیسہ وراثت کا اس کو نہ ملے گا۔ (شہوت بے شک اندھا کر دیتی ہے لیکن بڑھاپے میں اس قدر غلبہ کہ اپنے فرزند کی بھی پروا نہیں اور بلاقصور طلاق پر مجبور کرتے ہیں۔مؤلف)

غلام احمد از لدھیانہ۔ اقبال گنج۔ مؤرخہ ۴ رمئی ۱۸۹۱ء

جب مرزا احمد بیگ نے کچھ پروا نہ کرتے ہوئے نکاح کر دیا تو مرزا صاحب نے بھی رُخ بدل کر اپنی رسوائی پر یوں پردہ ڈالا کہ خدائے تعالیٰ کی طرف سے یہی مقدر اور یہی قرار یافتہ ہے کہ وہ لڑکی اس عاجز کے نکاح میں آئے گی۔ خواہ پہلے ہی باکرہ ہونے کی حالت میں آجائے۔ خواہ خدائے تعالیٰ بیوہ کر کے اس کو میری طرف لے آئے۔ (دیکھو اشتہار ۲ رمئی ۱۸۹۱ء مطبوعہ حقانی پریس لدھیانہ)

اور ابوالسعید مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے جواب میں اپنے زخمی دل کو یوں تسلی دیتے ہیں۔ میری اس پیشین گوئی میں نہ ایک بلکہ چھے دعوے ہیں:

اوّل: نکاح کے وقت تک میرا زندہ رہنا۔

دوم: نکاح کے وقت تک اس لڑکی کے باپ کا ضرور زندہ رہنا۔

سوم: پھر نکاح کے بعد اس لڑکی کے باپ کا جلدی مرجانا جو تین برس تک نہیں پہنچے گا۔

چہارم: اس کے خاوند کا اڑھائی برس کے عرصہ تک مرجانا۔

پنجم: اس وقت تک کہ میں اس سے نکاح کرلوں۔ اس لڑکی کا زندہ رہنا۔

ششم: پھر آخر یہ کہ بیوہ ہونے کی تمام رسموں کو توڑ کر باوجود سخت مخالفت اس کے اقارب کے میرے نکاح میں آجانا (افسوس کہ نہ آئی اور نہ ہی آئی)　(''آئینہ کمالاتِ اسلام''، ص ۳۲۵)

مرزا جی پر یہ زمانہ ایک خاص کیفیت سے گزر رہا تھا۔ دلِ زخمی پر دشمنوں کے طعنے نمک پاشی کا کام کر رہے تھے۔ دل بیمار تھا۔ طبیب لہو کا پیاسا، پریشان دماغ پر تخیلات فاسدہ کا ہجوم، دل کو تسلی دیتے دیتے ذرا آنکھ لگ جاتی تو عالمِ خواب میں بھی وہ ظالم پیچھا نہ چھوڑتے۔ مرزا جی انھیں الہام سمجھ کر جھٹ شائع کر کے ذریت کو مطمئن کرتے، مجددیت ومسیحیت کا جال تارِ عنکبوت ہو رہا تھا۔ غرض اس حالت کو دیکھ کر ایک سخت سے سخت دشمن کا دل بھی موم ہوتا تھا۔ لیکن ساتھ ہی مرزا جی کی مستقل مزاجی بردباری کی تعریف کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اللہ اللہ ۱۸۸۸ء سے لے کر ۱۹۰۷ء تک کا طویل عرصہ جس صبر واستقلال سے گزرا۔ کوئی عاقل اسے نظر انداز نہیں کرسکتا۔ ان ایام میں مرزا جی جن تصورات وتخیلات سے مجروح دل کی مرہم پٹی کرتے رہے، اس کا کچھ نمونہ بھی ہدیۂ قارئین کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

الہام:

اس عورت کو جو احمد بیگ کی عورت کی بیٹی ہے پھر تیری طرف لاؤں گا...... پھر تیرے نکاح کے ذریعے سے قبیلہ میں داخل کی جائے گی...... ممکن نہیں کہ معرضِ التواء میں رہے۔ (انجام آتھم، ص۲۱۶)

نفس پیشین گوئی اس عورت (محمدی بیگم) کا اس عاجز کے نکاح میں آنا تقدیر مبرم ہے جو کسی طرح (۱) ٹل نہیں سکتی۔ (اشتہار مندرجہ تبلیغِ رسالت، جلد۳، ص۱۱۵)

غرض اس قسم کے سینکڑوں زٹلیات سادہ لوحوں کو سنا سنا کر سینہ تھامتے رہے لیکن جب مرزا سلطان محمد صاحب شوہر محمدی بیگم مرزا کی بیان کردہ موت کے اندر نہ مرا۔ بلکہ پھلتا پھولتا گیا تو مرزا جی نے بھی تصویر کا رخ بدل دیا۔ یعنی ۷ر اپریل ۱۸۹۲ء کو محمدی بیگم کا دوسری جگہ نکاح ہوگیا۔ (آئینہ کمالاتِ اسلام، ص۲۹۰)

اس تاریخ کو دیکھ کر حساب کرنے سے پتا چلتا ہے۔ مرزا سلطان محمد کی زندگی کا آخری دن ۸ر اکتوبر ۱۸۹۴ء تھا۔ چونکہ خدا کو منظور تھا کہ اس مفتری کو پوری طرح ذلیل کیا جائے۔ اس لیے بجائے زندہ رکھنے کے خدا نے مرزا سلطان محمد کو اس

قدر عزت بخشی کہ اولاد عطا ہوئی اور دنیاوی لحاظ سے سنا ہے کہ محمدی بیگم مرحومہ کا بڑا لڑکا میونسپل کمشنر ہے اس ذلت کو دیکھ کر مرزا جی یوں ہانپنے لگے۔

اس پیشین گوئی کا دوسرا حصہ جو اس کے داماد کی موت ہے وہ الہامی شرط کی وجہ سے دوسرے وقت پر جا پڑا اور داماد اس کا الہامی شرط سے متمتع ہوا جیسا کہ آتھم ہوا۔ کیوں کہ احمد بیگ کی موت کے بعد اس کے وارثوں میں سخت مصیبت برپا ہوئی۔ سو ضرور تھا کہ وہ الہامی شرط سے فائدہ اٹھاتے۔ اور اگر کوئی بھی شرط نہ ہوتی تاہم وعید میں سنت اللہ یہی تھی جیسا کہ یونس کے دنوں میں ہوا۔ پس اس کا داماد تمام کنبہ کے خوف کی وجہ سے اور ان کے توبہ اور رجوع کے باعث سے اس وقت فوت نہ ہوا مگر یاد رکھو کہ خدا کے فرمودہ میں تخلف نہیں اور انجام وہی ہے جو ہم کئی مرتبہ لکھ چکے ہیں۔ خدا کا وعدہ ہرگز ٹل نہیں سکتا۔ (ضمیمہ انجام آتھم، ص۱۳) (سبحان اللہ نبی کی کلام تناقض صریح۔ اوپر وعید بتاتے ہیں اور نیچے شوق وصال میں فوت مرزا سلطان محمد کو وعدۂ الٰہی قرار دے کر اپنی دیرینہ امید کو نہیں توڑتے۔ مؤلف) سنئے صاحب اس سے بھی زیادہ واضح تسلی بخش تصور مرزا صاحب کو پیش کرتا ہوں۔ تصور کیا ہے، دل جلی چھاتی کا بخار ہے۔ اب بھی ان الفاظ سے گرمی عشق محسوس ہوتی ہے۔ (مؤلف)

اس لڑکی کے باپ کے مرنے اور خاوند کے مرنے کی پیشین گوئی شرطی تھی اور شرط توبہ اور رجوع الی اللہ تھی۔ لڑکی کے باپ نے توبہ نہ کی، اس لیے وہ بیاہ کے بعد چھ ماہ کے بعد مر گیا اور پیشین گوئی کی دوسری جز و پوری ہوگئی۔ اس کا خوف اس کے خاندان پر پڑا اور خصوصاً شوہر پر پڑا جو پیشین گوئی کا ایک جز وتھا، انھوں نے توبہ کی۔ چنانچہ اس کے رشتہ داروں اور عزیزوں کے خط بھی آئے، اس لیے خدا نے اس کو مہلت دی۔ عورت اب تک زندہ ہے۔ میرے نکاح میں وہ عورت ضرور آئے گی (ہائے گندم بخار ایک بوڑھے فرتوت کو کس طرح نچا رہا ہے۔ مؤلف) امید کیسی یقینِ کامل ہے (داد دینے کے قابل ہے عاشق ہو تو ایسا جو کبھی ناامید نہ ہو۔ شاباش۔ مؤلف) یہ خدا کی باتیں ہیں ٹلتی نہیں ہو کر رہیں گی۔ (اخبار الحکم، ۱۰/اگست ۱۹۰۱ء، مرزا صاحب کا حلفیہ بیان عدالت ضلع گورداسپور)

حضرات! اوّل تو یہ سب پکھنڈ طفل تسلیوں سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا کیوں کہ مرزا سلطان محمد آج تک زندہ ہے۔ دنیا کے ہر قسم کے اسباب سے بہرہ ور ہے۔ محمدی بیگم مرحومہ اپنی زندگی پوری کر کے اپنی خداوند عصمت کو لے کر واصل باللہ ہوئی۔ خداوند کریم اسے اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ مرزا سلطان محمد کاذب کے خوف و ہراس سے ہرگز متاثر نہیں ہوا کیوں کہ اگر اسے خوف و ہراس لاحق ہوتا تو اس کا لازمی نتیجہ یہی ہونا چاہیے تھا کہ اسلام کو خیر باد کہہ کر مرزائی ہو جاتا لیکن دنیا جانتی ہے کہ مرزا سلطان محمد صحیح مضبوط انسان ہے، یہ کس قدر دجل ہے۔ دیکھتے بھالتے دنیا کو اندھا کرنا چاہتے ہیں۔ جھوٹ سے نہیں شرماتے کہ مرزا سلطان محمد ڈر گیا۔ ہراساں ہو گیا وغیرہ وغیرہ خرافاتِ واہیہ۔

لیکن اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ وہ ڈر گیا تو مرزا جی اپنے معشوق سے بکلی ناامید ہونے کے خوف سے کچھ مہلت دے رہے ہیں اور یقین کامل رکھتے ہیں کہ رقیب کے مرنے سے وصال ہوگا۔ اصل بات یہ ہے تمام رسوائی مرزا جی کو اس کے

(۱)　مرزائیوں کا جواب کہ شرطی تھی (کسی طرح) کے لفظ سے اس کی بیخ کنی ہوگئی۔ مؤلف

خدا کی طرف سے ہوئی۔ کیوں کہ اوّل تو فرشتہ بھیج کر ایک دوا کے ذریعے سے مرزا جی کے اندر پچاس مردوں کی قوتِ باہ (۱) جمع کر دی۔ اس کے بعد خود ہی بذریعہ الہام ایک دوشیزہ کے متعلق سلسلہ جنبانی کی تلقین کی۔ کئی قسم کی تسلیاں دیں کہ ضرور تجھے ملے گی۔ اس کو وعدہ سے تعبیر کیا لیکن شاید بعد میں رحم آ گیا کہ پچاس مردوں کے حوالہ ایک لڑکی کو کرنا شاید ظلم نہ ہو، اس لیے وعدہ کو پورا نہ کیا۔ کیا کہنے نبی کے اور ساتھ اس کے خدا کے دنیا سمجھ لے گی کہ ایسے نبیوں کا خدا کون ہے۔

ابوجہل کو بھی اپنے خدا نے کہا تھا:

لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَ اِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكُمْ (انفال:۴۸)

''(بدر کے موقع پر ابوجہل کو اس کے خدا نے کہا) لوگوں میں سے آج کوئی تم پر غالب نہیں آ سکتا کیوں میں تمہارے ساتھ ہوں۔ جب دونوں لشکروں کو مقابل ہوتے دیکھا تو پیچھے کھسک کر کہنے لگا میں تم سے بیزار ہوں۔''

مرزا جی کو بھی اس کا خدا بارش کی طرح الہامات برسا کر تسلی دیتا رہا کہ ضرور تجھے ملے گی اور پچاس مردوں کی قوتِ مردمی ٹھنڈی ہو گی لیکن جب پوری شہرت و رسوائی ہو چکی تو ایک وعدہ بھی پورا نہ کیا بلکہ مرزا جی پورے اٹھارہ برس چیختے، پکارتے، جلتے سڑتے، بے نیل مرام اگلے جہان کی طرف لڑھک گئے اور رسوائی کا ڈھنڈورا آج تک اس کی ذریت سن رہی ہے۔ شرم شرم۔ غرض ۱۹۰۷ء تک تو مردانہ وار عاشقی میں ثابت قدمی کا خراجِ تحسین حاصل کرتے رہے لیکن ۱۹۰۷ء میں کچھ مایوسانہ شکل میں آ کر کہنے لگے کہ ''اس عورت کا نکاح آسمان پر میرے ساتھ پڑھا گیا تھا لیکن بعض ضروری وجوہ کی بنا پر فسخ ہو گیا یا تاخیر میں پڑ گیا۔ (انتہا ملخصاً۔ تتمہ حقیقت الوحی، ص ۱۳۲، ۱۳۳)

ثابت قدمی کو دیکھئے پوری ناامیدی مرتے دم تک ظاہر نہ کی۔ تقریباً تقریباً یہ آخری آرزو تھی۔ اس کے بعد جلدی ۱۹۰۸ء میں تو راہیٔ عدم ہوئے۔ یہ ہے داستان ایک پنجابی بوڑھے فرنگی نبی کے عشق کی جو ایک حد تک اس شعر کی مصداق ہے:

تیرے عشق کا جس کو آزار ہو گا
سنا ہے قیامت میں دیدار ہو گا

فرنگی نبی کی عشقیہ داستان:

خواہشیں دم توڑ گئیں
آرزوئیں مرجھا گئیں
زندگی برباد ہوئی
عشق میں رسوائی ہوئی، مفت میں بدنامی ہوئی

(۱) مرزا جی لکھتے ہیں۔ میں نے کشفی طور پر دیکھا کہ ایک فرشتہ میرے منہ میں دوائی ڈال رہا ہے۔ چنانچہ وہ دوائیں میں نے تیار کیں اور پھر اپنے تئیں خداداد طاقت میں پچاس مرد کے قائم مقام دیکھا۔ (تریاق القلوب، ص ۸۷، نشان نمبر ۱۱)

تمنائیں پوری نہ ہوئیں
پیشین گوئیاں جھوٹ ثابت ہوئیں
الہام کا چکر چلایا، دولت کا لالچ دیا
رقعے لکھے، منتیں کیں، پاؤں پکڑے
سفارشیں کرائیں، بددعائیں دیں، دھمکیاں دی
مگر ''محمدی بیگم'' نے مرزا جی سے نکاح کرنے سے انکار کر دیا۔

چیلنج:

ہم چیلنج کرتے ہیں کہ ۸/اکتوبر ۱۸۹۲ء یعنی مرزا سلطان محمد کی الہامی موت کے آخری دن سے پہلے مرزا کی کسی کلام میں کوئی شرط دکھاؤ یا وہ دن گزرنے کے بعد مرتے دم دن تک مرزا کو مایوس ثابت کرو۔ ہرگز نہیں۔ مرزا مرتے دم تک مایوس نہیں ہوا بلکہ آخر تک یہی تسلی دیتا رہا کہ اسے مہلت دی گئی ضرور مرے گا۔ حتیٰ کہ ۱۹۰۷ء میں اتنی مایوسی دکھائی کہ شاید فتح ہو گیا یا تاخیر میں پڑ گیا۔ مرزائیو! غور کرو کچھ تو نبی عربی خاتم النبیین سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت کا پاس کرو۔ کل میدانِ حشر میں کیا جواب دو گے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کو چھوڑ کر کس گمراہ اور مرتد کی غلامی کا پھندہ گلے میں ڈالا۔